گولڈزیہر اور حدیث

اسائنمنٹ برائے ایم فل، سیکنڈ سمسٹر (علوم اسلامیہ)

سیشن:2015 – 2017ء

اعداد:

محمد زبیر، رول نمبر:1

طالب علم شعبہ علوم اسلامیہ

مشرف:

ڈاکٹر غلام شمس الرحمٰن صاحب

پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید:

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر محمد ﷺ کو جو دین دے کر بھیجا ہے، اس کی اساس دو چیزیں ہیں۔ ایک اللہ کا قرآن اور دوسری رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالیشان۔ جسے حدیث کا نام دیا گیا ہے۔

مستشرقین نے ان دونوں مصادر کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔ قرآن کے حوالہ سے تو انہیں منہ کی کھانی پڑی۔ لیکن حدیث کے حوالہ سے انہوں نے بہت سے شکوک وشبہات پیدا کیے ہیں۔ ان میں نمایاں نام ہنگری کے یہودی مستشرق اگناس گولڈ زیہر (1850 – 1921ء) کا ہے جس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ زیادہ تر احادیث موضوع، من گھڑت اور ناقابل اعتبار ہیں۔

یہاں استشراق اور مستشرق کا مفہوم واضح کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے:

استشراق (Orientalism) اور مستشرق کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

استشراق عربی زبان کے مادہ (ش۔ر۔ق) سے مشتق ہے جس کے معنی شرق شناسی کے ہیں، یہ اصطلاح زیادہ قدیم نہیں ہے؛ اس لیے قدیم عربی، فارسی اور اردو معاجم میں شرق تو موجود ہے؛ لیکن زیر بحث الفاظ، یعنی باب استفعال میں اس کے معنی ومفہوم یا بطور فعل ان لغات سے بحث نہیں پائی جاتی؛ البتہ جدید لغات میں استشراق کا ذکر موجود ہے۔

شرف الدین اصلاحی اس "Orientalist " کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ لفظ انگریزوں کا وضع کردہ ہے جس کے لیے عربی میں استشراق کا لفظ وضع کیا گیا ہے لفظ "orient" بمعنی مشرق اور "Orientalism" کا معنی شرق شناسی یا مشرقی علوم وفنون اور ادب میں مہارت حاصل کرنے کے

ہیں۔ مستشرق (استشرق کے فعل سے اسم فاعل) سے مراد ایک ایسا شخص ہے جو بہ تکلف مشرقی بنتا ہے۔[1]

مولوی عبد الحق صاحب Orientalist کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس شخص کو کہتے ہیں جو ماہر مشرقیات ہو۔[2]

آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق استشراق اور مستشرق کی اصطلاحات orient سے مشتق ہیں۔[3]

(Han's Wahr) نے "عربی، انگریزی معجم" میں استشراق کے معنی مشرقی علوم اور مستشرق کے معنی مشرقی آداب سے آگاہ یا مشرقی علوم کے ماہر بتائے ہیں۔[4]

"عربی اعتبار سے" استشراق "کا سہ حرفی مادہ" شرق "ہے، جس کا مطلب" روشنی "اور" چمک "ہے، اس لفظ کو مجازی معنوں میں سورج کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اس اعتبار سے شرق اور مشرق اس جگہ کو کہا جائے گا جہاں سے سورج طلوع ہو۔[5]

جب لفظ" شرق "پر (ا، س، ت) کا اضافہ کر کے استشراق بنایا جائے تو اس میں طلب کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے، تو اس طلب میں مستشرقین کے تمام تر مقاصد شامل ہو جاتے ہیں جس کے لیے وہ مشرقی علوم وفنون کو سیکھنے کے بعد ان علوم کی نشر واشاعت بھی کرتے ہیں۔

منیر البعلبکی نے استشراق کے معنی «معرفة ودراسة اللغات والآداب الشرقية» بیان کیے ہیں اور مستشرق سے مراد «الدارس للغات الشرق وفنونه وحضارته» ہے۔[6]

---

(1) اصلاحی، شرف الدین، مستشرقین، استشراق اور اسلام، ناشر: معارف دار المصنّفین اعظم گڑھ، 1986ء۔ ص:48

(2) عبد الحق، دی اسٹینڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری، ناشر: انجمن اردو پریس، دکن 1937ء، ص796

(3) The Oxford Dictionary of English, The biologolical Society, V.2 Page,200.

(4) بذیل مادہ: ش ر ق Dictionery of Modern Written Arabic Han's wahr

(5) الإفريقي، محمد بن مكرم بن على، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري الرويفعى الإفريقى (المتوفى: 711هـ)، لسان العرب، الناشر: دار صادر - بيروت، الطبعة: الثالثة - 1414 هـ، ج: 10، ص: 174

(6) البعلبكى ،منير، المورد قاموس انكليزي ـ عربي، الناشر: دار العلم للملايين، سنة النشر: 1970، ص: 638

استشراق(Orientalism)اور مستشرق کا اصطلاحی مفہوم:

استشراق کا عام فہم اور سادہ مفہوم یہ ہے کہ جب بھی کوئی استشراق کا نام لیتا ہے تو اس سے مرادوہ یورپین علماء و مفکرین مراد ہوتے ہیں جن کو اہل یورپ "Orientalist" کہتے ہیں۔

ماہرین لغات و مفکرین نے استشراق(Orientalism)اور مستشرق(Orientalist) کا جو اصطلاحی مفہوم بیان کیا ہے، ان میں سے کچھ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"مستشرق وہ شخص ہے جو خود مشرقی نہ ہو بلکہ بہ تکلف مشرقی بنتا ہو، مشرقی علوم میں مہارت تامہ حاصل کرنے کی کوشش کرے"(7)

ایڈورڈ سعید(Edward Said) تحریک استشراق اور مستشرق کے الفاظ کو وسعت دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"Any one who teaches, writes about, or researches the orient and this applies whether the person is an authropologist, socialogist, historian, or philologist either in its specific or its general aspects, is an orientalist, and what he or she does is Orientalism."(8)

"جو کوئی بھی مشرق کے بارے میں پڑھتا، لکھتا یا اس پر تحقیق کرتا ہے تو یہ تحقیقی معیار تمام تر پڑھنے لکھنے اور تحقیق کرنے والے ماہر بشریات، ماہر عمرانیات، مورخین اور ماہر لسانیات پر منطبق ہوتا ہے۔ خواہ یہ لوگ اپنے اپنے دائرۂ شخصی میں خاص موضوع یا اپنے کسی عمومی مضمون پر کام کررہے ہوں، مشرق شناس(مستشرق) کہلاتے ہیں اور انکا کیا جانے والا کام شرق شناسی ہوگا"؛

---

(7) فرخ، عمر، الاستشراق ، ماله- وماعليه، الاستشراق والمستشرقون (عدد خاص، مجله المنهل، عدد 471) اپریل/مئی 1989ء، ص15

(8) Said, Edward W, Orientalism, Routedge & Kegan Paul London, 1978

لیکن موجودہ دور میں مستشرقین نے اپنے لیے مختلف نام تجویز کیے ہیں۔ اب مستشرقین، مستشرق کہلوانا پسند نہیں کرتے دوسری عالمگیر جنگ کے بعد وہ "ایڈوائزر" یا ایریا سٹڈی سپیشلسٹ، ایکسپرٹ کہلوانا پسند کرتے ہیں۔

مجموعی طور پر تحریک استشراق کے دائرہ میں بڑی وسعت ہے جو مشرق میں موجود تمام ممالک، مذاہب زبانوں، تہذیب وتمدن، باشندوں، انکی رسوم ورواج اور عادات واطوار کے متعلق تحقیق کر کے ان کے علاقوں پر قبضہ کرنے اور انھیں اپنی دسترس میں رکھنے، جیسے بہت سے شعبہ جات پر محیط ہے؛ لیکن اس تحریک کا سرگرم شعبہ، اسلام، اہل اسلام ان کے ممالک واملاک پر قبضہ کر کے اسے قائم رکھنے پر بحث کرتا ہے۔ اور اکثر مسلمان محقق جب تحریک استشراق پر بحث کرتے ہیں تو ان کے پیش نظر استشراق کا یہی شعبہ ہوتا ہے۔ اس تصور کو سامنے رکھتے ہوئے اکثر مسلم اسکالرز ایک مستشرق کی درج ذیل تعریف کرتے ہیں" استشراق متضاد افکار و نظریات کے مجموعہ کا نام ہے، وقت اور ماحول کی مناسبت سے اس پر کبھی موضوعیت، کبھی غیر جانبداری، کبھی تحقیق اور صاف گوئی اور کبھی علم کے ناموں کے خوبصورت غلاف چڑھا دیے جاتے ہیں، ان پردوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قاری کو حقیقت کے اصل چہرہ سے بے خبر رکھا جائے۔"(9)

عربی زبان کی لغت المنجد جو کہ کثیر الاستعمال ہے، اس میں مستشرق کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔«العالم باللغات والادب والعلوم الشرقية والاسم الاستشراق» (10)

مشرقی زبانوں، آداب اور علوم کے عالم کو مستشرق کہا جاتا ہے اور اس علم کا نام استشراق ہے۔

چنانچہ مذکورہ بالا تعریفات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان مستشرقین کا مقصدِ حیات، مشرقی تہذیب وتمدن، مشرقی لٹریچر، مشرقی علوم وفنون جن میں مذہب، تاریخ، ادب، لسانیات، بشریات، معاشیات، سیاسیات وغیرہ شامل ہیں اور مشرقی اقوام کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان مستشرقین نے مردہ اقوام کی گم شدہ تاریخوں کی جستجو کی، ان کے ویران وبے نشان یادگاروں کا پتہ لگایا، ان کے منہدم اور بوسیدہ کھنڈروں کی ایک ایک اینٹ اور ایک ایک پتھر کی تاریخ کا ایک ایک صفحہ سمجھ

---

(9) صباح الدین عبد الرحمن، اسلام اور مستشرقین، دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یوپی (الہند)، ج:6، ص:258

(10) معلوف، لويس، المنجد في اللغة والأدب والعلوم، المطبعة الكاثوليكية، بيروت، ص 384

کر مطالعہ کیا، ان کے مسکن اور جائے اقامت کو کھود کھود کر اس میں سے ایک ایک ذرہ نکالا، ان کی غیر مفہوم کتابوں کو باد قت تمام پڑھا، ان کے قدیم رسوم ورواج، ان کی زبان اور ان کی شاعری کا بغور مطالعہ کیا اور ان سے نتائج اخذ کیے، اور اس طرح ان مردہ اور گم شدہ اقوام کی ایک مسلسل تاریخ کا سرمایہ بہم پہنچایا، زندہ اقوام کی تاریخ کو پڑھا، ان کی نادر تصنیفات کو بہم پہنچایا، ان کا مطالعہ کیا، ان کی ایجادات واکتشافات سے واقفیت حاصل کی، ان کی تاریخی عظمت کو تسلیم کیا، ان کے علوم وفنون کو ترقی دی، ان کے تہذیب وتمدن کی تاریخ مدون کی، ان کے لٹریچر کی ترقی اور توسیع میں کوشش کی، ان کی نایاب تصانیف کو مرتب کر کے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا اور ان کو چھاپ کر عام لوگوں کی رسائی کو ان نایاب کتابوں تک ممکن بنایا۔[11]

زیر نظر اسائنمنٹ میں مستشرق گولڈ زیہر کے حدیث کے بارے میں نظریات کو بیان کیا گیا ہے۔ پہلے اس کے مختصر حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں اور اس کے بعد اس کے نظریات کا ایک خاکہ بنایا گیا ہے اور بطور نمونہ اس کی کتاب مسلم سٹڈیز، جلد دوم میں سے اس کے چند نظریات کی تفصیل بیان کر کے ان پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

---

(11) سیف الاسلام، حافظ، تحریک استشراق کی حقیقت اور استشراقی لٹریچر کے اثرات، ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ5، جلد:99 ،رجب1436ہجری مطابق مئی2015ء

فصل اول: گولڈ زیہر کا تعارف:

نام:

گولڈ زیہر کا مکمل نام "Ignaz Goldziher" ہے۔ اردو میں عمومی طور پر "اجناس گولڈ زیہر" یا "ایگناز گولڈ زیہر" جبکہ عربی میں "إجنتس جولد تسيهر" یا "كولد صهر" لکھا جاتا ہے۔

پیدائش:

گولڈ زیہر 22 جون 1850ء کو ہنگری کے شہر (Szekesfehervar) میں پیدا ہوا۔ مذہباً یہودی تھا۔

تعلیم:

لکھنے پڑھنے اور مطالعہ کا ذوق فطری تھا۔ اس لیے ابھی پانچ سال کی عمر تھی کہ عہد عتیق کے عبرانی ایڈیشن کا مطالعہ شروع کر دیا۔ آٹھ سال کی عمر میں پوری تلمود پڑھ ڈالی۔ ابھی عمر سولہ برس کی تھی اور وہ سکول ہوائے ہی کہلاتا تھا کہ اس نے فلسفہ اور قدیم زبانوں مثلاً: فارسی اور ترکی کی کلاسوں میں جو بوڈاپسٹ یونیورسٹی میں ہوتی تھیں، پابندی اور باقاعدگی سے شرکت شروع کر دی۔ یہاں اس نے مشہور مستشرق وامبیری (Vambery) سے استفادہ کیا۔ اس کی تکمیل کر لینے کے بعد گولڈ زیہر کو مزید اعلیٰ تعلیم اور ریسرچ کے لیے ہنگری گورنمنٹ کی وزارت تعلیم کی طرف سے ایک وظیفہ مل گیا تو 1869ء میں وہ جرمنی چلا گیا۔ اور لیپزگ (Leipzig) اور برلن (Berlin) کی یونیورسٹیوں سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ جامعہ لیپزگ میں اس نے مشہور عربی دان پروفیسر فلاشیر (Fleischer) سے تلمذ حاصل کیا اور اس کی صحبت سے عربی زبان میں عبور حاصل کیا۔ اسی کی زیر نگرانی میں کام کر کے 1870 میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اس وقت اس کی عمر 20 سال تھی۔ اس کے بعد وہ واپس اپنے شہر میں آیا اور 1872ء میں بوڈاپسٹ یونیورسٹی میں وزٹر لیکچرر کی حیثیت اس کا تقرر ہو گیا۔

جرمنی سے وہ ہالینڈ گیا اور لیڈن میں جو اس زمانہ میں اسلامیات کے درس و مطالعہ کا یورپ میں سب سے بڑا مرکز تھا، چھ مہینے قیام کیا۔ اس قیام کا نتیجہ یہ ہوا کہ گولڈ زیہر نے اب تک جو کام کیا تھا، اگرچہ اس کا دائرہ بڑا وسیع تھا، لیکن اس کا تعلق زیادہ تر یہودی اور سامی زبانوں (جن میں عربی بھی شامل

تھی) کے ادب ولٹریچر کے مطالعہ سے تھا۔ مگر اب یعنی لیڈن میں قیام اور اسلامیات کے درس و مطالعہ کے بعد، جیسا کہ گولڈ زیہر نے خود اپنی ڈائری میں تحریر کیا ہے، اسلام کا مطالعہ اور اس پر تحقیق اور ریسرچ اس کی علمی زندگی کا نہایت اہم مشن بن گیا۔

اس سلسلہ میں اس نے مشرق وسطیٰ کا سفر کیا اور ستمبر 1873ء سے اپریل 1874ء تک دمشق اور قاہرہ میں قیام کیا۔ شام میں شیخ طاہر الجزائری سے اس کا تعارف ہوا اور کچھ عرصہ ان کی صحبت میں گزارا۔ جامع ازہر، قاہرہ میں کسی غیر مسلم کا داخلہ قانوناً ممنوع تھا۔ لیکن گولڈ زیہر نے خصوصی اجازت حاصل کر کے اس میں داخلہ لے لیا اور بحیثیت طالب علم وہاں پڑھنا شروع کر دیا۔ گولڈ زیہر نے جو زمانہ یہاں گزارا، اس کو اس نے اپنی زندگی کی خوشگوار ترین اور مفید ترین مدت بیان کیا ہے۔

علمی و تحقیقی کام:

بارہ برس کی عمر میں گولڈ زیہر نے عبرانی زبان میں جو مناجاتیں ہیں، ان کی اصل اور ان کی اقسام پر ایک مقالہ لکھا اور اسے شائع کرایا۔ وہ قاہرہ میں اپنے والد کی سخت علالت کے باعث جو مرض الموت ثابت ہوئی، زیادہ قیام نہ کر سکا اور وطن لوٹ آئے۔ پھر یہاں دیکھا کہ ان کے گھر کا تجارتی کاروبار بھی انحطاط پذیر ہے۔ علاوہ ازیں ہنگری گورنمنٹ کی وزارت تعلیم کا اب وہ پہلا سا ہمدردانہ اور حوصلہ افزا رویہ باقی نہ رہا تھا۔ اور ملک کی سیاسی صورتحال بھی بدل چکی تھی۔ ان تمام مشکلات اور موانع کے باوجود گولڈ زیہر نے باقاعدہ وباضابطہ اسلام کا تحقیقی مطالعہ انہماک اور کامل توجہ ویکسوئی کے ساتھ جاری رکھا۔ چنانچہ 1874ء میں ویانا کی امپیریل اکادمی کی روئیداد میں گولڈ زیہر کے علمی کارنامہ کی اشاعت ہوئی تو علوم شرقیہ اور خصوصاً اسلام اور اس کے متعلقات کے ایک جدید طرز کے محقق کی حیثیت سے لوگوں کی نگاہیں ان کی طرف اٹھنے لگیں۔ اور یہی واقعہ اس کی شہرت کا نقطہ آغاز بنا۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہنگری میں سامیوں کے خلاف تحریک بڑے زور و شور سے چل رہی تھی اور اس بناء پر یہودیوں کو اکثر وبیشتر علمی اعزازات و تقررات سے محروم کر دیا گیا تھا۔ گولڈ زیہر بھی اس کی زد سے نہ بچ سکا۔ چنانچہ وہ بلند پایہ علمی اور تحقیقی کارنامے جن کی دھوم ممالک غیر کے حلقوں میں مچی ہوئی تھی، خود اس کے اپنے وطن میں ان کی کوئی قدر نہ تھی۔ یہ زمانہ گولڈ زیہر کے لیے بڑا صبر آزما تھا۔ 1894ء میں بوڈاپسٹ یونیورسٹی نے گولڈ زیہر کو پروفیسر مقرر کیا بھی تو محض آنریری، یعنی پروفیسر کا لقب رکھنے کے باوجود گولڈ زیہر کو نہ تنخواہ ملتی تھی اور نہ اور سہولتیں میسر تھیں جو باتنخواہ پروفیسروں کو

حاصل ہوتی ہیں۔ وطن میں ان کے ساتھ یہ معاملہ اس وقت تھا جبکہ 1889ء میں آٹھویں انٹر نیشنل کانگریس آف اورینٹلسٹ نے گولڈ زیہر کو ان کے علمی اور تحقیقی کارناموں کی قدر افزائی کی غرض سے ایک تمغہ طلائی دیا اور 1894ء میں کیمبرج یونیورسٹی نے گولڈ زیہر کو ڈبلیو روبر ٹسن اسمتھ کی جانشینی کی غرض سے پروفیسر شپ کی پیش کش کی تھی، جس کو خود گولڈ زیہر نے منظور نہیں کیا تھا۔

آخر معاشی ضرورتوں سے مجبور ہو کر گولڈ زیہر نے یہودی کمیونٹی کے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرنا شروع کر دیا۔ جس کو مسلسل تیس 1876ء سے 1904ء تک کرتا رہا۔ اس میں اگرچہ تنخواہ کافی تھی، لیکن یہ کام گولڈ زیہر کی طبیعت اور مزاج ومذاق کے خلاف تھا۔ لیکن اس میں مصروفیت کے باوجود شام کے اوقات، تعطیل کے ایام اور ہفتہ وار چھٹی کے دن جو وقت ملتا تھا، گولڈ زیہر اسے علمی اور تحقیقی کاموں میں صرف کرتا اور انہیں شائع کرتا رہتا تھا۔ جس سے اس کی عظمت اور شہرت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ انجام کار 1904ء میں عمر میں پہلی مرتبہ اس کا تقرر ایک باقاعدہ وباضابطہ اور باتنخواہ پروفیسر کی حیثیت سے بوڈاپسٹ یونیورسٹی میں ہوا۔ پہلے یہ سامی زبانوں اور ان کے ادبیات کا پروفیسر رہا۔ 1914ء میں فیکلٹی آف لاء کے ماتحت اسلامی فقہ کا صدر شعبہ ہو گیا۔

وفات:

13 نومبر 1921ء کو اس کا انتقال ہوا۔

تصانیف:

پروفیسر گولڈ زیہر کے بلند پایہ علمی اور تحقیقی کارناموں کی فہرست بہت طویل ہے۔ لیکن چند کتابیں نہایت اہم اور بڑی معرکۃ الآراء ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

1۔ فرقہ ظاہریہ، ان کا مذہب اور ان کی تاریخ۔ 1884ء میں شائع ہوئی۔ انگلش میں یہ کتاب (The Zahiris, Their Doctrine and Their History) کے نام سے Wolfgang Behn کے ترجمہ سے لیڈن، ای، جے بریل سے 1971ء میں منظر عام پر آئی۔

2۔ اسلامیات کا مطالعہ۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور اول الذکر کتاب کے چند برس بعد منظر عام پر آئی ہے۔ عربی میں یہ کتاب «دراسات إسلامية» کے نام سے «خیری قدری، شیخة العطية» کے ترجمہ و تحقیق کے ساتھ «مرکز الحضارة العربية للإعلام والنشر والدراسات» سے ایک جلد میں چھپی ہے۔

3۔ اس کے بعد 1906ء میں گولڈ زیہر کو امریکہ کی طرف سے اسلامی دینیات اور اسلامی فقہ کے عہد بعہد ارتقاء پر چھ لیکچروں کی دعوت موصول ہوئی۔ گولڈ زیہر نے یہ دعوت منظور کر کے ایک برس کی مدت میں لیکچر تیار کر لیے، لیکن کچھ صحت کی خرابی اور کمزوری اور چند اور اسباب کی بناء پر گولڈ زیہر کو امریکا کے سفر کا ارادہ فسخ کرنا پڑا۔ اور انہوں نے یہ لیکچر کتابی شکل میں "اسلامی دینیات اور قانون" کے نام سے چھپوایا۔ انگلش میں یہ کتاب (Introduction to Islamic Theology and Law) کے نام سے Andras and Ruth Hamori کے ترجمہ سے پرنسٹن یونیورسٹی پریس، پرنسٹن، نیو جرسی سے منظر عام پر آئی۔ عربی میں یہ کتاب «محاضرات في الإسلام» یا «العقيدة والشريعة في الإسلام» کے نام سے «دکتور محمد یوسف موسیٰ، علی حسن عبد القادر اور عبد العزيز عبد الحق» کے ترجمہ و تحقیق کے ساتھ «دار الكتب الحديثة بمصر» سے ایک جلد میں چھپی ہے۔

4۔ اس سلسلہ میں چوتھی کتاب جو نہایت اہم ہے، وہ «مذاهب التفسير الإسلامي» کے نام سے ہے۔ جس میں تفسیر قرآن کے مختلف مناہج پر بڑی محققانہ بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کا عربی میں ترجمہ ڈاکٹر عبد الحلیم النجار نے کیا ہے جو جامعہ قاہرہ میں پروفیسر ہیں۔ اسے مکتبۃ الخانجی، مصر نے شائع کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے بہت سی کتابوں کی تدوین کر کے انہیں شائع کیا ہے۔ (12)

---

(12) گولڈ زیہر کے حالات زندگی درج ذیل کتابوں سے جمع کیے گئے ہیں۔

1- Ignaz Goldziher, Introduction to Islamic Theology and Law, Translated by Andras and Ruth Hamori, Princeton University Press, Princeton, New Jersey. P. viii – x

2- اکبر آبادی، سعید احمد، مولانا، پروفیسر اجناس گولڈ زیہر منقول از اسلام اور مستشرقین از سید صباح الدین عبد الرحمن، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یو-پی، ہند، ص: 41 – 39

3- الزركلي، خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الزركلي الدمشقي (المتوفى: 1396هـ)، الأعلام، الناشر: دار العلم للملايين، الطبعة: الخامسة عشر - أيار / مايو 2002 م، ج: 1، ص: 84

4- الموسوعة العربيه الميسره، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا، بيروت، الطبعة الأولى: 2010 م – 1431 هـ، ص: 1266

5- البدوي، عبد الرحمن، موسوعة المستشرقين، الناشر: دار العلم للملايين، بيروت، لبنان، الطبعة الثالثة: يوليو 1993م، ص: 203 - 197

گولڈ زیہر کے نظریات اور ان کا جائزہ:

گولڈ زیہر نے اپنی کتاب ''مسلم سٹڈیز'' جلد دوم میں حدیث کے حوالہ سے ایک پورا حصہ وقف کیا ہوا ہے۔

گولڈ زیہر کہنا ہے کہ کہ عمومی طور پر ابتدائی دو صدیوں میں اسلام کے مذہبی، تاریخی اور سماجی ارتقاء کی وجہ سے زیادہ تر حدیثیں گھڑی گئیں۔ اس کے مطابق اس کی رائے ڈوزی کی رائے کے بالکل خلاف ہے جس کے نزدیک احادیث کے ایک بہت بڑے حصے پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ ابتداء میں بہت کم احادیث تھیں، اور ان کی حیثیت بھی بس یاداشت کی سی تھی، نہ کہ کسی شرعی احکام کے مصدر کی۔

گولڈ زیہر کے الفاظ یہ ہیں:

We are unlikely to have even as much confidence as Dozy regarding a large part of the hadith, but will probably consider by far the greater part of it as the result of the religious, historical and social development of Islam during the first two centuries.(13)

اس کے نزدیک حدیث صحابہ کرام، علماء، اموی حکمرانوں اور ان کے حواریوں کے زیر سایہ وضع کی گئی۔

زیر نظر اسائنمنٹ میں پہلے گولڈ زیہر کے وضع حدیث کے بارے میں نظریات کا خاکہ بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد بطور نمونہ تفصیلاً ''صحابہ کرام اور وضع حدیث'' پر گفتگو کی گئی ہے۔

6- البدوي، عبد الرحمن، التراث اليوناني في الحضارة الإسلامية ودراسات لكبار المستشرقين، مكتبة النهضة المصرية، مصر، 1940م، ص: 307

7- العقيقي، نجيب، المستشرقون، الناشر: دار المعارف، مصر، ص: 907

(13) Ignaz Goldziher, Muslim Studies, Translated by C.R. Barber and S.M. Stern, State University of New York Press, Albany. Vol. 2, P. 19

گولڈ زیہر کے نظریات کا خاکہ:

1۔ صحابہ کرام اور وضع حدیث:

ا۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

۲۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

2۔ علماء کرام اور وضع حدیث:

ا۔ گولڈ زیہر کا علماء کے احادیث گھڑنے کے متعلق نظریہ

۲۔ گولڈ زیہر کا دعویٰ ہے کہ درج ذیل حدیث علماء کی گھڑی ہوئی ہے کہ "میرے بعد ایسے حکمران آئیں گے جو نماز کو ضائع کریں گے۔"

۳۔ ظالمانہ اموی خلافت پر علماء کرام کا عدم اطمینان، اور نافرمانی۔

۴۔ حجاج بن یوسف کی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بدسلوکی۔

۵۔ یزید بن عبد الملک کے حسن بصری کو حکومت مخالف بیانات کی وجہ سے قتل کی خواہش۔

۶۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں سعید بن مسیب کا قول اور خلافت بارے حسن بصری کی رائے۔

3۔ بنو امیہ اور وضع حدیث

ا۔ امویوں کے حدیث گھڑنے کے متعلق گولڈ زیہر کے دلائل۔ اس میں دو عوامل ہیں:

۲۔ پہلا عامل: "احادیث کی نشر و اشاعت اور روک پر سرکاری اثرات"

۳۔ دوسرا عامل: "اموی گورنروں کی طرف سے ایسے مقدس اور قابل اعتماد علماء کی تلاش جو ان غلطیوں پر پردہ ڈال سکیں۔"

۴۔ ابن شہاب زہری پر اپنے الزام کے حق میں گولڈ زیہر کے دلائل۔

i. پہلی دلیل۔

ii. دوسری دلیل۔

iii. تیسری دلیل۔

۵۔ رجاء بن حیوہ پر اپنے اتہام کے حق میں گولڈ زیہر کے دلائل۔

4۔ مذہبی لوگ اور وضع حدیث:

ا۔ مذہبی لوگوں کی طرف سے احادیث گھڑنے کے بارے میں گولڈ زیہر کے دلائل۔

۲۔ مہلب بن ابی صفرہ۔

۳۔ لیث بن سعد اور عبد الرحمن بن خالد۔

۴۔ شہر بن حوشب۔

1۔ صحابہ کرام کے احادیث گھڑنے پر گولڈزیہر کے دلائل اور ان کا جائزہ:

اس بارے میں گولڈزیہر کا بیان یہ ہے:

After his death they added many salutary sayings which were thought to be in accord with his sentiments and could therefore, in their view, legitimately be ascribed to him, or of whose soundness they were in general convinced.(14)

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے بہت سے مفید اقوال کا اضافہ کر لیا جن کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی رائے کے مطابق ہیں اور عنقریب ان کی طرف شرعی طور پر منسوب ہو جائیں گے۔

لیکن اپنے اس بیان کو سچ ثابت کرنے کے لیے اس نے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ چند مثالیں دی ہیں جن میں کچھ صحابہ کے نام لیے ہیں۔ مثلاً: معاویہ بن ابی سفیان، مغیرہ بن شعبہ، عبد اللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ۔

ا۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ:

معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر وضع حدیث کی تہمت لگاتے ہوئے گولڈزیہر لکھتا ہے:

Official influence on the invention, dissemination and suppression of traditions started very early. An instruction given to his obedient governor al-Mughira by Mu'awiya I is in the spirit of the Umayyads:

'Do not tire of abusing and insulting 'Ali and calling for God's mercifulness for 'Uthman, defaming the companions of 'Ali, removing them and omitting to listen to them (i.e. to what they tell and propogate as hadiths); praising, in contrast, the clan of 'Uthman, drawing them near to you and listening to them."

---

(14) Ignaz Goldziher, Muslim Studies, Vol. 2, P. 18

This is an official encouragement to foster the rise and spread of hadiths directed against 'Ali and to hold back and suppress hadiths favouring 'Ali. [15]

"احادیث گھڑنے اور نشر کرنے یا نہ کرنے میں حکومتی اثر ورسوخ بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ وہ حکم جو معاویہ نے اپنے فرمانبر دار گورنر مغیرہ بن شعبہ کو دیا تھا، اموی حکومت کی روح کی مکمل تعبیر کرتا ہے۔ وہ حکم یہ تھا:

"علی کو برا بھلا کہنے، اس کی مذمت کرنے اور عثمان کے لیے رحمت و بخشش کی دعائیں کرنے سے کبھی نہ رکنا۔ اسی طرح شیعان علی کو طعنہ دینے، انہیں دور رکھنے اور ان کی باتیں نہ سننے اور اس کے بالمقابل شیعان عثمان کی تعریف کرنے، انہیں قریب کرنے اور ان کی باتیں سننے سے کبھی گریز نہ کرنا۔"

یعنی جو کچھ وہ احادیث کے نام پر کہیں اور نشر کریں۔ یہ گویا علی کی مخالفت میں احادیث کے ظہور اور نشر واشاعت اور علی کے حق میں احادیث کو ختم کرنے کے لیے سرکاری حوصلہ افزائی تھی۔

تجزیہ:

جبکہ حقیقت میں طبری نے جس طرح یہ روایت بیان کی ہے، اس کا اصل متن یہ ہے:

«أن مُعَاوِيَة بن أَبِي سُفْيَانَ لما ولي الْمُغِيرَة بن شُعْبَةَ الْكُوفَةَ فِي جمادى سنة إحدى وأربعين دعاه، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: .... وَقَدْ أردت إيصاءك بأشياء كثيرة، فأنا تاركها اعتمادا عَلَى بصرك بِمَا يرضيني ويسعد سلطاني، ويصلح بِهِ رعيتي، ولست تاركا إيصاءك بخصلة: لا تتحم عن شتم علي وذمه، والترحم عَلَى عُثْمَانَ والاستغفار لَهُ، والعيب عَلَى أَصْحَاب علي، والإقصاء لَهُمْ، وترك الاستماع مِنْهُمْ، وبإطراء شيعة عُثْمَان رضوان اللَّه عَلَيْهِ، والإدناء لهم، والاسماع مِنْهُمْ» [16]

---

(15) Ignaz Goldziher, Muslim Studies, Vol. 2, P. 44

(16) الطبري، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: 310هـ)، تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري، الناشر: دار التراث - بيروت، الطبعة: الثانية - 1387 هـ، ج: 5، ص: 253

”معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے 41ھ میں جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو والی کوفہ مقرر کیا تو مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا: ..... میرا ارادہ تھا کہ بہت سی باتیں آپ کو سمجھاؤں، مگر اس ذکر چھوڑے دیتا ہوں کہ آپ کی بصیرت ودانائی پر مجھے یہ بھروسا ہے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ کن باتوں میں میری خوشنودی، میری حکومت کی ترقی اور میری رعیت کی بہتری ہے۔ ہاں ایک امر کا ذکر کیے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔ علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہ کہنے میں، ان کی مذمت نہ کرنے میں اور عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے طلب مغفرت ورحمت کرنے میں، پھر اصحاب علی کی عیب جوئی میں، ان کو اپنے سے دور رکھنے میں، ان کی بات نہ سننے میں، اس کے بر خلاف اصحاب عثمان کی تعریف میں، ان کے ساتھ مل کر رہنے میں اور ان کی بات مان لینے میں آپ کو تامل نہ کرنا چاہیے۔“

مذکورہ عبارت میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو جو یہ کہا تھا: «وترك الاستماع منهم» ”ان کی باتیں نہ سننا“ تو اس میں ایسا کوئی قرینہ نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ معاویہ رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اصحابِ علی کو احادیث بیان کرنے سے روکنا، حتیٰ کہ ان کی بیان کردہ احادیث کو سننا بھی نہیں۔

گولڈ زیہر بات کو الجھا کر یہ کہتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ اصحابِ علی کی علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں بیان کردہ احادیث نبویہ کو نہ سننا اور عثمان رضی اللہ عنہ کی حمایت میں بیان کردہ احادیث کو رواج دینا۔

طبری کی بیان کردہ روایت ہی بتاتی ہے کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے عین مطابق اس طرح عمل کیا کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے شیعہ کی قدر ومنزلت کو گرا کر رکھ دیا۔

لیکن اس روایت میں ایسا کوئی قرینہ نہیں ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہو کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی بیان کردہ کسی حدیث نبوی کو جھٹلایا ہو، ان کے بیان کرنے پر پابندی لگائی ہو یا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی حدیث گھڑی ہو۔

علاوہ ازیں مغیرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی بے قدری اکثر کوفیوں کے نزدیک ناقابل قبول تھی۔ طبری کے مطابق حجر بن عدی رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں شامل تھے۔ وہ اکثر اوقات عوامی طور پر میں مغیرہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کیا کرتے تھے۔

تاہم اس کے برعکس ابو حنیفہ دینوری کے مطابق جب علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حجر بن عدی اور عمرو بن الحمق عوامی طور پر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہیں اور اہل شام پر لعنت بھیجتے ہیں تو انہیں پیغام بھیجا کہ اس کام سے باز آجاؤ۔ دونوں علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے:

«يا امير المؤمنين، السنا على الحق، وهم على الباطل؟، قال: بلى، ورب الكعبه المسدنه، قالوا: فلم تمنعنا من شتمهم ولعنهم؟، قال: كرهت لكم ان تكونوا شتامين لعانين، ولكن قولوا: اللهم احقن دماءنا ودماءهم، واصلح ذات بيننا وبينهم، واهدهم من ضلالتهم، حتى يعرف الحق من جهله، ويرعوى عن الغى من لجج به» (17)

"امیر المؤمنین! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟" کہا: "رب کعبہ کی قسم! کیوں نہیں۔" کہنے لگے: "پھر آپ ہمیں ان کو برا بھلا کہنے اور ان پر لعن طعن کرنے سے کیوں روکتے ہیں؟" کہا: "مجھے تمہارا برا بھلا کہنا اور لعنتیں برسانے والا بننا ناپسند ہے۔ یہ کہو: "اے اللہ! ہماری اور ان کی جانوں کی حفاظت فرما۔ ہمارے درمیان صلح کروادے۔ انہیں ان کی گمراہیوں سے نکال دے یہاں تک کہ لاعلم حق کو پہچان لے اور گمراہی میں ڈوبا ہوا باہر نکل آئے۔"

یہ بات قابل ذکر ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے بذات خود کبھی بھی علی رضی اللہ عنہ کی نیکی اور پارسائی کا انکار نہیں کیا۔ درج ذیل روایت سے یہ بات واضح ہو رہی ہے:

"جب اہل شام نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں کھڑے ہونے کا ارادہ کیا تو ابو مسلم خولانی، جس کا شمار شام کے عبادت گزاروں میں ہوتا تھا، چند لوگوں کو ساتھ لے کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: "معاویہ رضی اللہ عنہ! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ آپ ان سے کیسے جنگ کرسکتے ہیں جبکہ آپ فضیلت وشرف ان کے برابر نہیں ہیں؟" معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں بھی ان کے برابر فضائل کا حامل ہونے کا دعویدار نہیں ہوں۔ لیکن کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو مظلومانہ شہید کردیا گیا ہے؟" لوگوں نے کہا: "معلوم ہے۔" معاویہ رضی اللہ عنہ

---

(17) الدينوري، أبو حنيفة أحمد بن داود (المتوفى: 282هـ)، الأخبار الطوال، الناشر: دار إحياء الكتب العربي - عيسى البابي الحلبي وشركاه / القاهرة، الطبعة: الأولى، 1960 م، ص: 165

کہنے لگے: ''بس علی رضی اللہ عنہ ان کے قاتلوں کو ہمارے حوالہ کر دیں، ہم خلافت ان کے حوالہ کرنے کو تیار ہیں۔'' [18]

خلاصہ کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ گولڈ زیہر نے اپنے نظریہ کے مطابق جو حوالہ پیش کیا تھا، اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ ابتدائی دور میں روایات گھڑنے یا نشر کرنے میں کوئی سرکاری ہاتھ تھا۔

درحقیقت یہ سارا معاملہ اس سے زیادہ کوئی معنیٰ نہیں رکھتا کہ یہ قدر و منزلت کو کم کرنے کی کوششوں کا تسلسل تھا۔ اس کا احادیث نبویہ کو بنانے یا روکنے سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ گولڈ زیہر کا دعویٰ تھا۔ ایسی کوئی دلیل مہیا نہیں کی گئی جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ کچھ خاص احادیث علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں گھڑی گئی تھیں یا کچھ خاص احادیث جو علی رضی اللہ عنہ کی منقبت میں تھیں، انہیں نشر کرنے سے روکا گیا تھا۔

۲۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

گولڈ زیہر لکھتا ہے:

''عبد اللہ بن مسعود کہتے تھے: «إِنَّ أَحْسَنَ الحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَأَحْسَنَ الهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ». [19]

''یقیناً بہترین حدیث کتاب اللہ ہے اور بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔''

یہ عبارت جسے مسلمانوں کی اکثریت نے بڑی خوشی سے قبول کیا اور لمبے عرصہ تک اس کی نشر و اشاعت میں لگے رہے، بعد میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اتحاد پر ابھارنے کے لیے منسوب کر دی گئی۔ الفاظ یہ دیے گئے:

---

(18) الدينوري، الأخبار الطوال، ص: 162

(19) البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله الجعفي (المتوفى: 256 هـ)، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعة: الأولى، 1422هـ، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، ح: 7277

«إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَيَّنَهُ اللَّهُ فِي قَلْبِهِ، وَأَدْخَلَهُ فِي الْإِسْلَامِ بَعْدَ الْكُفْرِ، وَاخْتَارَهُ عَلَى مَا سِوَاهُ مِنْ أَحَادِيثِ النَّاسِ، إِنَّهُ أَحْسَنُ الْحَدِيثِ وَأَبْلَغُهُ» [20]

یقیناً بہترین حدیث کتاب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قرآن سے جس کے دل کو مزین کر دیا، جس کو کفر کے بعد اسلام میں داخلہ نصیب فرما دیا اور اس شخص نے کتاب کے سوا دوسرے تمام لوگوں کی باتوں پر اس کتاب کو ترجیح دی، وہ کامیاب ہو گیا۔ یقیناً یہ بہترین اور نہایت بلیغ کلام ہے۔"

حاشیہ میں اس نے لکھا ہے: "ابتداء میں معاملہ ایسا ہی تھا۔ پھر کچھ عرصہ بعد یہ سمجھ آیا کہ قرآن کو حدیث کا نام دینا پسندیدہ چیز نہیں ہے، اس لیے عبارت کو «أحسن الحديث» سے بدل کر «أحسن الكلام» کر دیا گیا۔ حوالہ کے لیے دیکھیے: «سنن ابن ماجه، افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب اجتناب البدع والجدل، ح: 46» [21]

تجزیہ:

اس حقیقت کے باوجود کہ گولڈ زیہر نے براہ راست عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر حدیث گھڑنے کا الزام نہیں لگایا، لیکن اس عبارت کو پڑھنے والا یہ ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کوئی معاملہ پیش آیا تھا جس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ کہا۔

مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ گولڈ زیہر کا یہ بیان غلط ہے:

1۔ ابن ہشام کی جو روایت گولڈ زیہر نے بیان کی ہے، اسی میں اگلے الفاظ یہ ہیں: «أَحِبُّوا مَا أَحَبَّ اللَّهُ، أَحِبُّوا اللَّهَ مِنْ كُلِّ قُلُوبِكُمْ، وَلَا تَمَلُّوا كَلَامَ اللَّهِ وَذِكْرَهُ، وَلَا تَقْسُ عَنْهُ قُلُوبُكُمْ». [22]

"جس چیز سے اللہ کو محبت ہے، تم بھی اس سے محبت رکھو۔ اپنے پورے دل سے اللہ کو چاہو اور اللہ کے کلام اور اس کی یاد سے بیزار نہ ہو جاؤ۔ تمہارے دل اس سے سخت نہ ہو جائیں۔"

---

(20) ابن هشام، عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميري المعافري، أبو محمد، جمال الدين (المتوفى: 213هـ)، السيرة النبوية، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1375هـ - 1955 م، ج: 1، ص: 501

(21) Ignaz Goldziher, Muslim Studies, Vol. 2, P. 17 – 18

(22) ابن هشام، السيرة النبوية، ج: 1، ص: 501

معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کو کلام اللہ خود رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے اور اسی جگہ کہا ہے۔

2۔ ابن ماجہ (المتوفیٰ: 273ھ) کے بعد والے محدثین نے ایسی روایات نقل کی ہیں، جن میں «أحسن الحديث كتاب الله» کے الفاظ موجود ہیں۔ مثلاً: امام ابن ابی عاصم جو ابن ماجہ سے 14 سال بعد 287ھ میں فوت ہوئے۔ اس میں یہی حدیث ان الفاظ سے موجود ہے: «وَخَيْرُ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».[23]

اسی طرح امام نسائی جو ابن ماجہ سے 30 سال بعد 303ھ میں فوت ہوئے، ان کے ہاں دو احادیث ہیں جو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ پہلی کے الفاظ یہ ہیں: «أَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللَّهِ، وَأَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».[24]

جبکہ دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں: «إِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ، وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ».[25]

اگر گولڈ زیہر کا دعویٰ درست ہوتا تو حدیث کی ان کتابوں میں یہ روایات موجود نہ ہوتیں یا کم از کم محدثین کی طرف سے کوئی ایک تو اعتراض موجود ہوتا کہ قرآن کو حدیث کہنا ٹھیک نہیں۔

3۔ مسلمان بھلا قرآن کو حدیث کہنے پر کیوں اعتراض کرے گا جبکہ خود قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر قرآن کو حدیث کہا گیا ہے جبکہ کلام کم مقامات پر کہا گیا ہے۔

قرآن کو کلام کے لفظ سے قرآن مجید میں صرف دو مقامات پر ذکر کیا گیا ہے:

ا۔ ﴿ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ﴾[26]

---

(23) ابن أبي عاصم، أبو بكر بن أبي عاصم وهو أحمد بن عمرو بن الضحاك بن مخلد الشيباني (المتوفى: 287هـ)، السنة، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت، الطبعة: الأولى، 1400، باب ذكر ما زجر النبي ﷺ عن محدثات الأمور وتحذيره منها، ج: 1، ص: 16، ح: 24

(24) النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: 303هـ)، المجتبى من السنن = سنن النسائي، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، الطبعة: الثانية، 1406 - 1986، كتاب السهو، باب نوع آخر من الذكر بعد التشهد، ح: 1311

(25) سنن النسائي، كتاب صلاة العيدين، باب كيف الخطبة، ح: 1578

(26) التوبة: 6

اور اگر ان مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دیجئے تا آنکہ وہ (اطمینان سے) اللہ کا کلام سن لے۔

۲۔ ﴿ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ ﴾ (27)

جب تم غنیمتیں حاصل کرنے کے لئے جانے لگو گے تو جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے فوراً کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ کلام اللہ کو بدل دیں۔

جبکہ قرآن کو حدیث کے لفظ سے قرآن مجید میں کئی مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر:

۱۔ ﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴾ (28)

اور اللہ سے زیادہ سچی بات اور کس کی ہو سکتی ہے؟

۲۔ ﴿ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴾ (29)

تو پھر پیغمبر کی اس تنبیہ کے بعد اور کون سی بات ہو گی جس پر یہ ایمان لائیں گے؟

۳۔ ﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ ﴾ (30)

اللہ نے بہترین کلام نازل کیا۔

4۔ اس روایت کے سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث اور کلام کے معنیٰ و مفہوم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مثال کے طور پر درج ذیل آیت کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے: ﴿ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ﴾ (31)

---

(27) الفتح: 15
(28) النساء: 87
(29) الأعراف: 185
(30) الزمر: 23
(31) النساء: 140

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہ حکم پہلے نازل کر چکا ہے کہ جب تم سنو کہ آیات الٰہی کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو وہاں ان کے ساتھ مت بیٹھو تا آنکہ یہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں گولڈ زیہر کے اس نظریہ کو قبول کرنا بہت مشکل ہے۔

۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

گولڈ زیہر لکھتا ہے:

The possibilities which the Muslims admit themselves in this field are evident from a tradition in which the authorities seem to give away the secret quite unconsciously: 'The Prophet,' it says in a tradition in al-Bukhari,5 'gave the order to kill all dogs except hunting and sheep-dogs.' 'Umar's son was told that Abu Hurayra also hands down the words: 'but with the exception of farm dogs as well.' 'Umar's son says to this: 'AbU Hurayra owns cornfields: i.e. he has a vested interest in handing down the order with the addition that farm dogs should be spared as well. This remark of Ibn 'Umar is characteristic of the doubt about the good faith of the transmitters that existed even in the earliest period of the formation of tradition.[32]

”یہ امکانات جن سے مسلمانوں نے اس میدان میں تسامح برتا، حدیث میں بالکل واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ جس میں رواۃ اس تساہل کے بھیدوں کو کھولتے ہیں۔ مثلاً: بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا سوائے شکاری اور رکھوالی کے کتوں کے۔[33] ابن عمر رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کھیتی کے کتوں کا مستثنیٰ ہونا بھی بیان کرتے ہیں تو کہنے لگے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کھیتی ہے۔ یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے چونکہ کھیت ہیں، اس لیے انہوں نے اس استثناء کو بیان کیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ تبصرہ رواۃ کی عدالت میں شک کی علامت ہے جو کہ حدیث کی تکوین کے بالکل ابتدائی دور میں ظاہر ہو رہا ہے۔“

(32) Ignaz Goldziher, Muslim Studies, Vol. 2, P. 56

(33) الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، أبو عيسى (المتوفى: 279هـ)، سنن الترمذي، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر، الطبعة: الثانية، 1395 هـ - 1975 م، أبواب الأحكام والفوائد، باب ما جاء من أمسك كلبا، ح: 1488

تجزیہ:

گولڈ زیہر کے اس اعتراض کا جواب حسبِ ذیل نکات میں دیا جاتا ہے:

1۔ شکاری اور رکھوالی کے کتوں کے ساتھ کھیت کے کتوں کا استثناء صرف ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی بیان نہیں کرتے بلکہ عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ [34] اور سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ [35] بھی مختلف اسناد سے بیان کرتے ہیں۔

2۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا تھا: «إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ لَهُ زَرْعٌ» کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کھیت ہیں تو اس سے ان کی مراد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر طعن نہیں تھا، بلکہ وہ تو یہ کہہ رہے تھے کہ چونکہ ان کے کھیت ہیں، اس لیے انہیں یہ اضافہ خوب یاد ہو گا۔ وہ تو دراصل ان کی خوبی بیان کر رہے تھے۔ کیونکہ ایک روایت میں خود سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کھیت کے لیے کتوں کے استثناء کو روایت کیا ہے۔[36]

3۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ثناء خوان تھے۔

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے جنازے پر ان کے لیے بار بار رحمت کی دعا کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کے لیے بہت سی احادیث کو محفوظ رکھا تھا۔[37]

---

(34) ابن حنبل، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: 241هـ)، المسند، الناشر: مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة: الأولى، 1421 هـ - 2001 م، ج: 34، ص: 181، ح: 20571

(35) صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب في شراب أحدكم، ح: 3325

(36) النيسابوري، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري (المتوفى: 261هـ)، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم = صحيح مسلم، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت، كتاب المساقاة، باب الأمر بقتل الكلاب، ح: 1574

(37) ابن سعد، أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء، البصري، البغدادي (المتوفى: 230هـ)، الطبقات الكبرى، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الأولى، 1410 هـ - 1990 م، ج: 4، ص: 254

امام حاکم نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ احادیث بیان کرتے ہیں؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کی پناہ کہ تم ان کی بیان کردہ روایات میں شک کرو۔[38]

مذکورہ بحث سے واضح ہو گیا کہ گولڈ زیہر نے جو نظریہ اپنایا اور اس کے لیے جو دلیل دی، اس کی غلط تشریح کی۔ بالفاظ دیگر یوں لگتا ہے کہ گولڈ زیہر غلط دلائل کی بنیاد پر احادیث کو رد کرنے کے لیے نظریات بناتا رہا۔

---

(38) الحاكم، أبو عبد الله محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (المتوفى: 405هـ)، المستدرك على الصحيحين، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1411 – 1990، كتاب معرفة الصحابة، ذكر أبي هريرة رضي الله عنه ، ح: 6165